

نگارش :- محمد نعیم سعیدی

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ اور علوم طبیعیات و کیمیا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کی تین چوتھائی سے زائد تصانیف اب تک غیر ملبرہ ہیں۔ طبع شدہ تصانیف دینی میں معمولی سا ذکر طبیعیات، کیمیا، فلکیات اور ریاضی کا ملتا ہے۔ اس مضمون کا تعلق چونکہ طبیعیات و کیمیا سے ہے۔ چنانچہ یہاں ہم آپ کے انہی علوم پر بحث کریں گے۔

طبیعیات ۱۔ حضرت رضا بریلویؒ کی تصانیف میں طبیعیات کی دو شاخوں پر کچھ ذکر موجود ہے۔ (۱) آواز (۲) نور یا روشنی۔

عبارت ۱۔ (۱) آواز (SOUND) ملفوظات (حصہ اول) میں ہے۔ آواز پہنچنے کے لئے ملاً فاضل میں تموج چاہیے۔ (ملفوظات (حصہ اول) ص ۱۱ سطر ۲۰)

تبصرہ ۱۔ یہ گویا آواز کے نظریہ تموج کی تائید ہے۔ یہ نظریہ گویو نانیوں نے ہی پیش کر دیا تھا۔ لیکن اس کو سترھویں صدی میں نیوٹن نے باقاعدہ طور پر منوایا۔ سچر بھی اعلیٰ حضرت کے زمانے تک یہ مشہور نہیں ہوا تھا۔ گویا اس زمانے میں ایک جدید نظریہ تھا۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے نہ تو اپنی زندگی میں انگریزی کا ایک حرف بھی سیکھا! اور نہ ہی عربی میں سائنس کی کوئی کتاب پڑھی۔ تو لامحالہ یہ بات ماننی پڑیگی کہ یہ نظریہ ان کے دماغ کا کشمہ تھا۔ تو اس طرح یہ بھی دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ آواز کے نظریہ تموج کے ایک بانی اعلیٰ حضرت بھی تھے جس طرح کہ آکسیجن بیک زمانہ تین اشخاص

نے تیار کی۔ لوٹھے، پریٹلے اور اسکیل۔ اگرچہ تینوں کے طریقے کار ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ کیمیا کے رومان مصنف کیتھ گورڈن اردن) اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو نیوٹن نے اس نظریہ کو ثابت کیا۔ دوسری طرف اعلیٰ احفرت نے اسے واضح کیا۔

عبارت: "ملفوظات ہی میں ہے۔ ہوا میں سموج زائد ہے کہ پانی سے الٹھ ہے۔ وہ (ہوا) زیادہ پہنچاتی ہے اور پانی کم۔ تالاب میں دو شخص دو کناروں پر غوط لگائیں اور ان میں سے ایک اینٹ پر اینٹ مائے دوسرے کو آواز پہنچے گی۔ مگر نہ اتنی کہ ہوا میں۔ (ملفوظات داؤل ص ۱۱ سطر آخری)۔

تشریح: اس عبارت میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ پانی چونکہ ہوا سے زیادہ کثیف ہوتا ہے اس لئے اس میں آواز کی رفتار کم ہوگی۔

تبصرہ ۱: تحقیقات جدیدہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ پانی میں آواز کی رفتار ہوا سے چار گنا زیادہ ہے۔ گویا اس طرح اعلیٰ احفرت کا نظریہ غلط کہا جائے۔ لیکن جس طرح ہم پھلے سائنس دانوں کی غلطیاں یہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ کم از کم انہوں نے نظریات تو پیش کئے۔ اور حقیقت کو بے نقاب کر نیکی کوشش تو کی تو ہم اعلیٰ احفرت کی اس بات کو نظر انداز کیوں نہیں کر سکتے۔ بلکہ میرے خیال میں تو انہیں داد دینی چاہیے۔ کہ انہوں نے ایک دینی عالم ہوتے ہوئے یہ بات سوچنے کی ہمت کی۔

اس کے علاوہ جس طرح آج ہم اپنے پرانے بزرگوں کی باتیں سن کر ہنستے ہیں۔ اسی طرح مستقبل کی نسل بھی ہمارے خیالات و نظریات، تجربات و مشاہدات پڑھ کر اور سن کر ہنسا کرے گی۔

مختلف ادوار میں مختلف خیالات ہوتے ہیں۔ اور اپنے زمانے کے جدید ترین نظریات کہلاتے ہیں۔ لیکن جب ادب ترقی ہوتی ہے تو وہ نظریات غلط ثابت ہو جاتے ہیں تو یہ سلسلہ پہلے سبھی جاری تھا۔ اب سبھی جاری اور آئندہ سبھی جاری رہے گا!

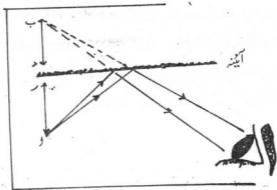
بہر حال بات موضوع سے ہٹ گئی تھی۔ ہم دوبارہ اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

(۲) نور (LIGHT)

عبارت:۔ نفاذی رضویہ (جلداول) میں ہے: شفیف اجسام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں ان پر پڑ کر واپس آتی ہیں۔ لہذا آئینے میں اپنی اور اپنے پس پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے۔ لہذا آئینے میں داہنی جانب بائیں اور بائیں جانب داہنی معلوم ہوتی ہے۔ لہذا شے آئینے سے جتنی دور ہو اسی قدر دور دکھائی دیتی ہے۔

(نفاذی رضویہ جلد اول ص ۵۹)

تشریح:۔ اس بات کو اس طرح سمجھنا چاہیے کہ ایک جسم سے آنے والی شعاعیں جب آئینے سے ٹکرائیں تو انکے میں داخل ہوتی ہیں تو دیکھنے والے کو وہ شعاعیں آئینے کے اندر سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے۔



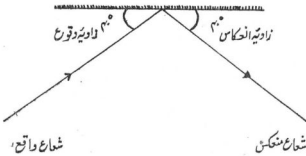
• نور: جسم ہے اور 'ب' جسم کے تشبیہ نقطہ دار خطوط پر ظاہر کرتے ہیں کہ شعاعیں آتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ (جدید تحقیقات سے یہ باتیں ثابت ہیں) جسم کی تشبیہ آئینے کے اندر اتنے ہی فاصلے پر جتنی ہے جتنے فاصلے پر وہ جسم آئینے کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کے

علاوہ یہ شبیہ دائیں بائیں الٹی ہوتی ہے۔ اس لئے اسے عرضی الٹی شبیہ کہتے ہیں۔
 عبارت ۱۔ اسی جگہ ذرا آگے یہ عبارت ہے۔ زاویائے انعکاس ہمیشہ زاویائے
 شعاع کے برابر ہوتے ہیں: — (ذاتی رضویہ داؤل، ص ۵۹)

تبصرہ ۱۔ انعکاس کا یہ قانون ابن الہشیم نے پیش کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے جب کہ
 ابن الہشیم کی کوئی کتاب نہیں پڑھی اور نہ کسی کا اس عبارت میں حوالہ دیا۔ تو ظاہر ہے
 کہ انہوں نے اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر یہ نظریہ پیش کیا۔

تشریح :- تحقیقات جدیدہ سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ کوئی
 شعاع جب آئینے سے ٹکراتی ہے تو وہ منعکس (REFLECT) ہوتی ہے۔ اور اتنے
 ہی زاویے پر منعکس ہوتی ہے۔ جتنے زاویے پر کہ وہ واقع ہوتی ہے۔ گویا کہ سے کم الفاظ میں
 زاویہ انعکاس زاویہ وقوع کے برابر ہوتا ہے۔

اب آپ خود اندازہ لگائیے کہ جدید تحقیقات سے جو بات ثابت ہوئی وہ اعلیٰ
 حضرت کو کیسے معلوم تھی۔ آسانی کے لئے مندرجہ ذیل شکل پیش کی جاتی ہے۔



مندرجہ بالا چند باتیں اعلیٰ حضرت کی علم طبیعیات میں مہارت ظاہر کرتی ہیں۔ یہ باتیں
 تو دینی تصانیف سے اخذ کی گئی ہیں۔ اگر وہ تصانیف شائع کر دی جائیں جو خاص اسی موضوع

علم الکیمیا (CHEMISTRY)

فتاویٰ رضویہ (حصہ اول) میں کیمیا سے متعلق بہت سی تحریریں ملتی ہیں۔ خاص طور پر باب التیم میں عمل احتراق (COMBUSTION) پر ایک مفصل باب ہے جس میں احتراق کی پانچ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) احتراق (۲) ترمہ (۳) لین (۴) ذوبان (۵) انطباع۔

اگرچہ یہ بیان بہت مفید ہے لیکن بہت تفصیل سے ہے۔ اس کے پڑھنے کا صحیح لطف اسی میں ہے کہ مکمل پڑھا جائے۔ البتہ مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ احتراق۔ احتراق کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اگر کوئی شے آگ کا قوسی تاثر لے لیکن اس کے اجزاء و مقاصد برقرار رہیں جیسے مٹی کے آگ سے گرم ہو کر سیاہ ہو جائے۔ احتراق کی بھی چار صورتیں ہیں۔

۱۔ انتفا (۲) انظفا (۳) انتفاص (۴) انتفاص

(انتفاص کی دو اقسام ہیں)

۲۔ ترمہ۔ کسی چیز کا آگ کے اثر سے رکھ ہو جانا جیسے سنگ مرمر کے جل کر چونا بن جانا ہے۔

۳۔ لین۔ نرم پڑنا، جطرح کہ کھانا پک کر اپنی حالت خمی سے نرم پڑ جاتا ہے۔

۴۔ ذوبان۔ پگھل جانا یہ اس صورت کو کہتے ہیں کہ کوئی شے نہ تو آگ کے اثر سے اتنی گھل گئی کہ اس کے اجزاء اڑ جائیں اور نہ اتنی گرت رہی کہ جمی رہے۔

۵۔ انطباع۔ کسی چیز کا قابل صفت ہونا کہ جس طرح چاہیں گھڑ سکیں۔ البتہ اگر ڈھا لاجائے تو وہ ذوبان ہوگا۔

یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے ورنہ ان پانچوں حالتوں پر بحث تقریباً تیس صفحات پر

پھیلی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ (جلد اول) ص ۱۵)

عبارت ۱۔ ملفوظات (حصہ سوم) میں ہے: کیمیا تصنیع مال ہے۔ آج تک کہیں یہ ثابت نہیں ہوا کسی نے بنالی ہو: (ملفوظات (حصہ سوم) ص ۲ سطر ۷)
تشریح ۱۔ اس میں کیمیاگری یعنی سونا بنانے کا رد کیا گیا ہے۔

تبصرہ ۱۔ اعلیٰ احقرت ہی وہ عالم تھے کہ بغیر سائنسی کتب پڑھے ہوئے اپنے دماغ سے تمام باتیں اخذ کر لیا کرتے تھے جو کہ اسی فیصد صحیح ثابت ہوتی تھیں اور یہی بات یہاں پر ہے کہ آپ نے کیمیاگری کا انکار کیا ہے۔ درتہ بڑے بڑے سائنس دان جن کے اصولوں پر عبید سائنس کی بنیادیں استوار ہیں۔ کیمیاگری پر یقین رکھتے تھے۔ ایک ادنیٰ اسی مثال یہاں سائنس نیوٹن کی ہے جو کیمیاگری پر یقین رکھتا تھا۔ بلکہ اس کے سکریٹری کا کہنا ہے کہ وہ بہار کے موسم میں کیمیاگری کے علاوہ کوئی سائنسی تجربات نہیں کرتا تھا۔

(نامور مغربی سائنس دان مصنفہ پروفیڈر جمیڈس کری)

اس کے برعکس دینی علم کے میدان کے شہ سوار اعلیٰ احقرت ہیں جو کیمیاگری کے مخالف ہیں۔
عبارت ۱۔ فتاویٰ رضویہ (حصہ اول) میں ہے: جملہ معنیات کا کھن گنہک اور پاپے کے ازدواج سے ہے۔ گنہک نہ ہے اور پارہ مادہ :

(فتاویٰ رضویہ (حصہ اول) ص ۳۶ سطر ۲۱)

تشریح ۱۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو عناصر سے ایک عنصر کیسے ظہور پذیر ہوگا؟ تو اس کے پانچ جواب ہیں۔

۱۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اب تک ۱۰۵ عناصر دریافت کئے جا چکے ہیں۔ جن میں سے بارہ (۱۲) عناصر صرف مصنوعی طور پر بنائے جا سکتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ وہ مصنوعی عناصر کوئی دو یا دو سے زائد عناصر کو ملا کر بنائے گئے ہوں گے۔ آخروہ آسمان سے تو نہیں آتے۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مشہور سائنس دان جارچ گیملے نے اپنی کتاب سورج کی پیدائش

اور موت (THE BIRTH AND DEATH OF THE SUN) میں لکھا ہے۔
 کسورج کے اندرونی حصے میں ہائیڈروجن صرف ہونے سے ہیلیم (HELIUM) پیدا ہوتی
 ہے۔ یہ نظریہ پوری دنیا کے سائنسدان تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں بھی تو عنصر سے عنصر ظہور پذیر ہوا ہے۔
 ۳۔ تمام سائنسدان مانتے ہیں کہ جب سورج زمین اور دوسرے سیارے وجود میں نہیں آئے تھے
 تو یہ ایک گولے کی صورت میں تھے! اور یہ گولہ لطیف و مرگیسوں پر مشتمل تھا۔

(سورج کی پیدائش اور موت مصنف جارج گیو)

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان لطیف و مرگیسوں پر سے یہ ۱۰۵ عناصر کیسے وجود
 میں آئے۔؟ گویا یہ ماننا پڑے گا کہ عنصر سے عنصر تشکیل پاسکتا ہے۔

۴۔ ایسے عناصر جی کے ایٹمی نمبر ۸۲ سے زیادہ ہوں۔ جیسے یورینیم (۹۲) ریڈیم (۸۸) اور پوونیم
 (۸۴) وغیرہ قدرتی طور پر قیام پذیر ہوتے ہیں۔ یہ عناصر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے مستقل طور پر
 ہر وقت مختلف نوعیت کی طاقتور شعاعیں خارج کرتے رہتے ہیں جسے تابکاری RADIO
 ACTIVITY کہتے ہیں۔ اس طرح ان کے ایٹموں کی توڑ پھوڑ ہوتی رہتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک قسم
 کے عناصر کے ایٹموں میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ گویا ایک عنصر سے دوسرا عنصر بن جاتا ہے۔

۵۔ اب ایک اہم دلیل پیش کی جاتی ہے۔ جن کا سائنسدان تجربہ بھی کر چکے ہیں۔ ایک عنصر کو نیو
 کلیائی بمباری (NUCLEAR BOMBARDMENT) کے ذریعے دوسرے عنصر میں تبدیل کیا
 جاسکتا ہے۔ مثلاً پائے کے جوہر میں ۸۰ برقیے (ELECTRON) ۸۰ مشتبے (PROTON)
 اور ۱۲ بدیے ہوتے ہیں اور سونے کے جوہر میں ۷۹ برقیے ۷۹ مشتبے اور ۱۱۸ بدیے ہوتے ہیں۔ اب اگر
 پائے کے جوہر میں سے ایک برقیہ، ایک مشتبہ اور دو بدیے نکال لئے جائیں تو وہ سونے کا جوہر بن جاتے
 گا۔ سائنسدان اس طریقے سے سونا بنا چکے ہیں۔

اب جہاں تک تعلق ہے گندھک کے زرارہ پائے کے مادہ ہونے کا تو اس بات کو یوں ظاہر کیا
 جاسکتا ہے کہ جب کوئی دیا دوسرے مادہ عناصر کا ملاپ ہوتا ہے تو ان میں برقیوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اب

جوائیٹ دوسرے ایٹم کو برقیہ دیتا ہے۔ وہ (DONAR ATOM) اور جو برقیہ وصول کرتا ہے۔ (ACCEPTER ATOM) کہلاتا ہے۔

اب اگر اصطلاحی معنوں میں (DONAR) کو نواز اور (ACCEPTER) کو مادہ کہہ دیا جاتا تو کچھ غلط نہیں۔

یہ سبھی ہو سکتا ہے کہ نرسے مراد اعلیٰ حضرت کی۔ اس عنصر سے جو وجود پر عمل کا کام کرتا ہے۔ اور جس میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اسے مادہ کا نام دیا ہو۔ بہر حال کچھ سبھی ہوا اعلیٰ حضرت کی صلاحیتیں ان علوم میں نامی پڑیں گی اور میرے خیال میں تو کسی شخص کا سچا س علوم و فنون میں دسترس کامل رکھنا ممکن نہیں۔ ذہن سے ذہن ترین شخص سبھی اپنی تمام عمر صرف کر کے اتنے علوم حاصل نہیں کر سکتا۔ میں اس سلسلے میں جناب ایم حن امام ملک پوری کی رائے سے اتفاق کروں گا۔ آپ نے اپنے مضمون میں فرمایا ہے۔ امام احمد رضا کی صلاحیت کسی نہیں بلکہ الہامی رہی تھی :-

(الوادع ضاص ۳۱)

اور اعلیٰ حضرت کے اس شعر کے بعد تو کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔

ملک سخن کی شاہی تم کو درخشاں
جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھا دیتے ہیں



نہ مرا نوش ز تخمین، نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بہ مدح، نہ مرا ہوش ز مے
منم و کج خمولے کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دقات و قلمے

رہنا